مولانا ایاز احمد حقانی*

استاد محترم حضرت فانی صاحب کی جدائی

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ہماری نشست و برخاست کیسے لوگوں کے ساتھ ہونی چاہیے۔آپؐ نے فرمایا: من ذکرکم باالله رؤیتهٔ وزاداً فی علمکم منطقته وذکرکم بالاخرة عمله

وہ شخص جس کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے اور جس کی گفتگو سے تمہارا علم بڑھے اور جس کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو۔میرے استاذ مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم فانی صاحب بھی انہی قدسی صفات میں سے تھے۔

حضرت کے انتقال سے تحقیق وتصنیف، درس و تدریس، وعظ وتبلیغ کے میخانے ویران ہوگئے۔ یوں تو موت کا سلسلہ ہر لمحہ جاری وساری ہے، لیکن بعض شخصیات کے اُٹھ جانے سے سارا ماحول سوگوار نظر آتا ہے۔ بالخصوص جب کہ جانے والا گوناگوں اوصاف حمیدہ کا مالک ہوں ایسا وجود سراپا خیر اور فیض رسان تھا۔اس سے ہمیشہ کے لئے محروم ہوجانا جس قدر صدمے اور افسوس کا باعث ہوسکتا ہے۔اس کا بیان واظہار لفظوں میں کس طرح ہوسکتا ہے وہ ساری عمر فیض رسانی میں مصروف رہے۔ دنیا سے بے نیازی، قناعت، سادگی، خودداری وواستغنا انابت الی اللہ، مجاہدہ وریاضت، مہمان نوازی، خوش اخلاقی، انکساری وتواضع ان کی شخصیت کے نمایاں جوہر تھے۔ حق تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے اپنے علم وقلم سے جو پاکیزہ اور یادگار نقوش وآثار چھوڑ گئے ہیں، وہ رہتی دنیا تک حاملین علم کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔

بندہ ۱۹۷۶ء میں جب مادر علمی جامعہ حقانیہ، زادہا اللہ شرفا،شرقاً میں داخل ہوا تو حضرت الاستاذ اس وقت طالبعلم تھے، بندہ حضرت اقدس سیدی ومرشدی قطب الاقطاب مولانا مفتی محمد فرید صاحبؒ کیساتھ خدمت میں رہنے لگا۔حضرت مفتی صاحب اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحلیم صاحب عرف صدر صاحب کے کوارٹروں کے دیوار آپس میں ملحق تھے۔اور دونوں کواٹروں کے مہمان خانہ نے کے دروازے سڑک کے طرف تھے اس وجہ سے آپس میں ایک دوسرے

---

* مدیر سہ ماہی ''تجلیات فریدیہ''، مہتمم جامعہ اسلامیہ فریدیہ چارسدہ

کے حال احوال پوچھنے کے لئے آتے جاتے۔حضرت اقدس مفتی صاحب کے مہمان زیادہ ہوتے تھے' اس وجہ سے کھانے پینے کا سلسلہ ہروقت چلتا رہتا۔اکثر مفتی صاحب فرماتے تھے کہ آج صدر صاحب کو چاول' ترکاری وغیرہ دے دیں۔اس وجہ سے بندہ اکثر ان کی کوارٹر میں جاتا رہتا۔

دوسرے سال بندہ کے کتابوں میں نفحۃ العرب بھی شامل تھا' استاذ مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب پہلے سال مدرس ہوگئے اور ہمارے زیردرس کتاب مولانا صاحب کے حوالہ کی گئی۔اس سال حضرت الاستاذ میرے استاذ ہوگئے' اس وجہ سے علیک' سلیک اور آمدورفت اختیار کرنے لگا' ایک بار فرمانے لگے تم درسگاہ میں شاگرد ہو اور باہر دوست ہو' حضرت الاستاذ پیدائشی ادیب اور شاعر تھے' جب نفحۃ العرب ادب عربی کی کتاب جس میں عربی ادب کے اشعار قصص وغیرہ درج ہے۔

عربی اشعار کا ترجمہ وہ فارسی' اردو' پشتو اشعار میں عام فہم انداز سے فرماتے تھے۔بندہ نے اپنی روزنامچہ کاپی میں اکثر اشعار درج کئے لیکن وہ کاپی فی الحال دستیاب نہ ہوسکی۔

ایک بار فرمانے لگے کہ میں پانچویں جماعت کا طالب علم تھا۔انسپکٹر صاحب سکول کے معائنہ کے لئے آنے والے تھے، طلبہ ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنے اپنے کلاس روم کی آرائش وزیبائش میں حصہ لے رہے تھے رنگ برنگے چارٹ اور اشعار خوبصورت اور خوشخط دیواروں پر چسپاں کئے گئے تھے۔میں نے بھی ایک بڑے سائز والے کاغذ کے حواشی پر گل کاری کی' اور شعر کے انتخاب میں مضطرب رہا چونکہ یہ شعر کئی بار حضرت والد صاحب سے سنا تھا اس وجہ سے حافظہ میں محفوظ تھا باوجود اس کے لفظی مفہوم سے نابلد تھا۔اس شعر کو جلی حروف سے لکھا' اتنے میں حضرت گھر تشریف لائے اور مجھے فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے کاغذ اس کے سامنے رکھ دیا۔شعر پڑھا' تبسم فرمایا' کہنے لگے اس کا معنی اور مفہوم سمجھتے ہو؟ یا ویسے ہی کہیں سے نقل کیا ہے۔یہ ابیات معلوم نہیں کسی صاحب دل کے ہیں لیکن حضرت والد صاحب مرحوم ان کو بہت ذوق شوق سے پڑھتے اور سنتے تھے۔

وہ ابیات یہ ہیں۔

حسن خویشا زروئے خوباں آشکارا کردہ ای　　بازبچشم عاشقوں خود ازتماشا کردہ ای
پرتو حسنت نگنجد درزمین وآسمان　　درحریم سینہ حیرانم کہ چوں جاکردہ ای
درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای　　بازمیگومی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

یہی اشعار اپنے والد مکرم حضرت صاحب کے حیات صدرالمدرسین ص ۲۶۴۔۲۶۵ پر بھی درج کر دیئے ہیں۔

یہ شعر اکثر بہت درد سے سناتے تھے

اگر گوئم مسلمانم بلرزم　　کہ دانم مشکلاتے لا الہ الا

گرتو میخواہی مسلمان زیستن نیست ممکن جزبقرآن زیستم

شبقدر میں حضرت مولانا سید عبدالبصیر شاہ صاحب کی شادی تھی‘ اس وقت وہ طالب علم تھے‘ تمام اساتذہ کرام جامعہ خصوصاً حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا صدر صاحب‘ شیخ الحدیث حضرت اقدس مفتی صاحب‘ شیخ الحدیث مولانا محمد علی سواتی صاحب‘ شیخ الحدیث مولانا فضل مولیٰ صاحب‘ شیخ الحدیث مولانا محمد ہاروت بابا صاحب رحمھم اللہ تعالیٰ‘ شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد انوار الحق صاحب‘ شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ صاحب‘ شیخ التفسیر مولانا عبدالحلیم صاحب مدظلھم العالی بھی تشریف فرماتھے۔

ایک عجیب روحانی منظر تھا ’’شبقدر‘‘ کی تاریخ میں کبھی بھی پھر اتنے اولیاء اللہ اور جامعہ حقانیہ کے شیوخ جمع نہ ہوسکے‘ اس دن ایک روحانی منظر تھا‘ رات کو اساتذہ کرام کے بیانات کے بعد سب آرام کے لئے تشریف لے گئے‘ بزرگ اساتذہ کرام رات دارالعلوم چلے گئے۔

کم عمر اساتذہ اور طلباء کا قافلہ رات کو مدرسۃ رحمانیہ کے دارالاقامہ میں رہ گیا۔ رات بھر طلباء نے محفل کو گرم رکھا تھا۔ شیخ الحدیث مولانا عزیز الدین صاحب پشاور اور حضرت الاستاد فانی صاحب صدر مجلس تھے۔ حضرت الاستاذ مکرم نے عربی‘ فارسی‘ اردو پشتو میں مبارکباد کے اشعار پیش فرماتے تھے۔ عربی‘ اردو‘ پشتو میں حضرت الاستاد نے لطائف پیش فرماتے‘ ۱۹۸۵ء میں دورہ حدیث شریف کے بعد بندہ جامعہ دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ میں حضرت اقدس مفتی صاحبؒ کے حکم سے مدرس ہوا۔

دارالعلوم اسلامیہ چارسدہ میں ماہنامے ’’النصیحہ‘‘ کا اجرا بھی ہوا۔ بندہ رسالے کا معاون مدیر ناظم اور منیجر تھا۔ بندہ جب حضرت الاستاد کی خدمت میں حاضر ہوا اور ماہنامہ کے لئے مضامین لکھنے کی درخواست پیش کی‘ حضرت ہر ماہ رسالہ کے لئے کچھ نہ کچھ لکھتے اگر میرا کوئی مضمون النصیحۃ یا دوسرے رسالے میں چھپتا حضرت الاستاذ مبارک دیتے‘ تشجیع اور شاباش سے حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ جب ہم نے اپنے مدرسہ سے ماہی ’’تجلیات فرید‘‘ کا اجرا کیا۔ پہلا شمارہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا‘ مبارکباد دی۔ جاندار مضمون حضرت مفتی صاحبؒ کی مبارک زندگی تحریر فرمایا۔ اردو فارسی اشعار لکھ دیتے۔ بندہ جب بھی حاضر ہوتا‘ حوصلہ افزائی فرماتے اور میری تمام خدمات کو ہر مفتی صاحبؒ کا صدقہ جاریہ اور مقبول دعاؤں کا نتیجہ قرار دیتے۔

وفات کے دن اشراق کے بعد موبائل کھول کر دیکھا‘ سب سے پہلے مولانا حبیب اللہ مردانی صاحب‘ مدرس جامعہ ابوہریرہ کا میسج‘ درد وغم پر مشتمل موصول ہوا۔ پھر موبائل میں میسج ہی میسج تھے۔ نماز جنازہ کے لئے بمع رفقاء حاضر ہوئے۔ نماز جنازہ سے پہلے جامعہ حقانیہ کے قدیم دارالحدیث کی زیارت کی‘ ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے سوئے ہوئے ہیں۔ گیارہ بجے جامعہ حقانیہ میں شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد انوار الحق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔